ڈاکٹر محمد ریاض

بوعلی ابن سینا کے معاشرتی اور تعلیمی نظریات

حجۃ الحق، شرف الملک، شیخ الرئیس ابوعلی حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا بخاری (۳۷۰-۴۲۸ھ ہجری) نے اپنی سیکڑوں عربی اور فارسی تالیفات نیز مکتوبات میں اپنے زمانے تک کے متداول معقول و منقول علوم میں سے تقریباً ہر موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ فلسفہ، طب، تفسیر قرآن مجید، علم تصوف، اخلاقیات، علم کیمیا، لغت، ادبیات اور عمرانیات سب موضوع پر ان کی گراں قدر آرا آج بھی محیر العقول نظر آتی ہیں۔ ان کی بیشتر تالیفات فلسفہ اور حکمتِ طب کے بارے میں ہیں اور ان ہی دو حیثیتوں سے ان کو متعارف کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان کے دوسرے رُخ بھی قابلِ مطالعہ و تحقیق ہیں۔ یہاں ہم ان کے بعض معاشرتی اور تعلیمی نظریات کی طرف اشارہ کریں گے۔ مگر پہلے تمہید کے طور پر ابنِ سینا کے حالاتِ زندگی اور ان کے فلسفیانہ افکار کی عظمت بیان کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ابن سینا نے بیس اور ایک روایت کے مطابق بائیس سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ تقریباً چارسو کتابیں اور خطوط ان سے منسوب ہیں[۱] عربی اور فارسی میں اُنھوں نے شعر بھی کہے ہیں[۲] ابن سینا ۴۰۳ھ ہجری کے بعد بخارا میں نہیں رہے۔ اُنھوں نے ایران کے اکثر شہروں کی سیر کی اور علماء فضلا سے ملاقاتیں کیں۔ حاکم اصفہان ابن کاکویہ (۳۹۸-۴۳۳ھ ہجری) نے ان کی بڑی عزت کی[۳] ۴۲۵ھ ہجری میں

۱؎ تاریخ علوم عقلی در تمدّنِ اسلامی، از ڈاکٹر سید ذبیح اللہ صفا جلد اول۔ طبع چہارم ۱۹۷۷ء ص: ۲۰۶-۲۸۱

۲؎ پروفیسر ای۔ جی۔ براؤن نے

کی جلد دوم میں ابنِ سینا کے اشعار مع ترجمہ نقل کیے ہیں۔

۳؎ اس حاکم کی فرمائش پر ابن سینا نے اپنی مشہور فارسی کتاب "دانش نامہ علائی" تین جلدوں میں تصنیف کی۔ یہ فارسی زبان میں محصولات پر پہلی کتاب ہے اور اس سے ابن سینا کی اصطلاحات سازی کی استعداد بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ نیز دیکھیں چہار مقالہ (از نظامی عروضی سمرقندی) میں طبابت والا حصہ۔

اس حاکم کی ابوسہیل حمدوی سے جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ابن سینا کی کئی کتابیں ضائع ہوگئیں۔

ابن سینا خوب صورت اور قوی الجثہ شخص تھے۔ ان کی بذلہ سنجی اور ظرافت کے نمونے بھی کتابوں میں درج ہیں۔ جوانی میں وہ بڑے خوش گزران اور عیش پسند رہے مگر بعد کی زندگی اعتدال سے بسر کی۔ ان کے بعض فلسفیانہ نظریات پر علمائے وقت نے ان کی تکفیر بھی کی تھی۔

ابن سینا اپنے دور تک غالباً سب سے بڑے مسلمان فلسفی تھے۔ جس طرح ابونصر محمد فارابی (وفات ۳۳۹ھ) نے فیلسوف العرب ابویوسف یعقوب بن اسحٰق الکندی (وفات تقریباً ۲۵۸ھ) کی شہرت کو دھچکا لگایا، اسی طرح ابن سینا نے الفارابی کی شہرت کو نقصان پہنچایا۔ فلسفۂ اسلامی کی تاریخ میں کسی نے بھی اتنے گوناگوں مسائل سے بحث نہیں کی جس قدر کہ ابن سینا نے کی۔ پروفیسر جلال الدین ہمائی اصفہانی سنا اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

> "ابن سینا نے الفارابی سے ایک یا چند چنگاریاں لیں مگر ان سے شعلۂ جوالہ خود روشن کیا۔ ایسا شعلۂ نور جس کی چمک دمک سارے عالم میں پھیل گئی۔" (ماہنامہ مہر، تہران، خرداد ماہ ۱۳۱۷ شمسی) ابن سینا نے پہلے تو الفارابی کے کام کو آگے بڑھایا اور ارسطو کی آرا کی تطبیق و تنقیح کی، فلسفۂ مشائی کے بعد اس نے افلاطون اور نوافلاطونیوں کے اشراقی تصورات کی طرف توجہ کی۔ ان نظریات کو بعد میں شیخ اشراق شہاب الدین مقتول سہروردی (م ۵۸۷ھ) نے واضح تر کیا۔

بہر حال ابن سینا مجمع البحرین اور واقعی "دائرۃ المعارف" کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے متکلمانہ افکار پر امام غزالی (وفات ۵۰۵ھ) نے اعتراضات کیے اور ابن رشد اندلسی (۵۹۵ھ) نے ان افکار کی حمایت اور دفاع کیا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابن سینا نے اپنے ہم قرنوں پر اثر نہیں ڈالا۔

ابن سینا کی رمزیہ داستانیں:

"سلامان و ابسال ایک رمزی داستان ہے جس میں انسانی قوی اور استعدادوں کو علامات کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ محقق طوسی خواجہ نصیر الدین (م ۶۷۲ھ) نے اس کی شرح لکھی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی (۸۹۸ھ) نے ایک مثنوی کے ذریعے اسے شاعرانہ اور عاشقانہ رنگ دیا۔ جامی کی منظوم داستان میں عاشق (سلامان) معشوق (ابسال) کے مظالم کا شکار ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس

قصّے کا حسنین بن العبادی نے یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ ابن سینا نے اس میں یہ بتایا ہے کہ انسانوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اور ضروری نہیں کہ جو کام زید کر سکتا ہو اس کی تکمیل عمرو سے بھی ممکن ہو۔

قوتوں اور استعدادوں کے بارے میں ہی ابن سینا نے ایک رسالہ " رسالۃ الطیر" کے نام سے لکھا جسے مشہور عارف اور شاعر عطار نیشاپوری (۶۱۸ھ) نے عرفانی رنگ دے کر " منطق الطیر" بنادیا۔ ابن سینا کے اس عربی رسالے کا فارسی میں ترجمہ اور شرح موجود ہے۔ اس میں کمالِ نفس اور تعمیرِ شخصیت کے بارے میں فلسفیانہ بحثیں کی گئی ہیں۔

ایک دوسری رمزیہ داستان " حیّ بن یقظان" نامی شخص کی ہے۔ رسالے کا نام بھی یہی ہے۔ اس کا بھی فارسی ترجمہ اور شرح موجود ہے۔ اس رسالے کو ابنِ سینا نے ارسطو کے نظریۂ تعلیم و تربیت کے زیرِ اثر لکھا ہے۔ اس میں عقل فعال اور انفعالی کی بحث ہے مگر رنگ عارفانہ ہے۔ یقظان نے علوم و فنون کی ساری کتابیں اپنے فرزند حیّ کے حوالے کر دی تھیں۔ حیّ بہت بڑا عالم بن گیا۔ مگر اس کے کردار میں اعتدال نہ تھا، اس لیے کہ اسے تربیت نہیں ملی تھی۔ یقظان نے 'حیّ' کو پڑھایا، مگر اس کے اخلاق کی نگرانی نہ کی۔ اس کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہوا۔ ابن سینا فرماتے ہیں کہ "جسم، روح و ذہن کی بالیدگی اور سب کا توازن ضروری ہے۔" ابن سینا کے اس رمزیہ قصّے کو باندازِ دگر ابن طفیل اندلسی (وفات ۵۸۱ھ) نے لکھا ہے۔ اس رسالے کا نام بھی " حیّ بن یقظان" ہے جو ۱۳۵۴ھ میں دمشق میں چھپا ہے۔

یہ ایک یتیم بچے کی داستان ہے۔ بچہ بحرِ اوقیانوس کے ایک جزیرے میں پیدا ہوتا ہے۔ وہاں اعتدال کی آب و ہوا ہے اور دوسری مخلوقات سے اسے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بچے کو جو ملتا ہے کھاتا پیتا ہے، مفید اور مضر چیزوں کے خواص وہ تجارب کے ذریعے معلوم کر لیتا ہے۔ حیّ بن یقظان جب بڑا ہو کر دوسروں سے ملتا ہے تو اس کی استعداد اور معاملہ فہمی، خاص کر اس کے مشاہدات سے، دوسرے لوگ خاصے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ اس نے آزاد فضا میں پرورش پائی ہے۔ گو اس نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تاہم وہ علم و فہم میں دوسروں سے پیچھے نہیں۔ داستان ۱۶۷۱ء میں لاطینی میں ترجمہ ہو کے شائع ہوئی تھی اور روسو (۱۷۱۲ - ۱۷۷۸ء) کے تعلیمی نظریات میں اس کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ روسو بھی یہی کہتا ہے کہ بچے کو معاشرتی آلودگیوں سے جس قدر دور رکھ کر تعلیم و تربیت دی جائے گی، اتنا ہی بہتر ہوگا۔

ابن سینا اور نظریہ استعداد :

شخصی استعداد اور انفرادی قابلیت کے بارے میں ابن سینا کی آرا کو ان کی معروف تالیف "الاشارات والتنبیہات" کے آخری باب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ابن سینا فرماتے ہیں کہ معمولی سطحِ فہم کے بچوں اور بڑوں کو مابعد الطبیعاتی اور فلسفیانہ باتیں نہ پڑھاؤ اور نہ سناؤ۔ فلسفہ ایک مشکل علم ہے۔ اعلیٰ استعداد والے لوگ ہی اسے سمجھتے ہیں اور وہی اسے پڑھ سکتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں، " نااہل اور جہال کو میری کتابیں نہ پڑھایا کرو۔ وہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کریں گے۔ یہ حقائق ان کو بتایئں جو تعصب، رکیک عادات اور جاہلانہ بحثوں سے محترز ہوں، جو با استعداد ہوں اور بات سمجھنے کے مشتاق ہوں۔"

ابن سینا، کتاب النجاۃ (جلد سوم) میں انبیا علیہم السلام کی روشِ خاص کی مثالیں دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں سے ان کی عقل و استعداد کے مطابق بات کیا کرو۔ انبیا توحید اور تنزیہ باری کے حقائق کو ایسی مثالوں سے سمجھاتے رہے جو لوگوں کے ذہن نشین ہو جایئں۔ البتہ زیادہ استعداد والے مخاطبین سے ان حضرات کی مبارک گفتار دوسرے انداز میں ہوتی تھی۔ تعلیم و تربیت کے معاملے میں سنتِ انبیا سے استفادہ کرنا چاہیے۔ ابن سینا مزید فرماتے ہیں۔ "خالق کائنات نے اس رنگا رنگ دنیا میں، فرقِ مراتب کے ساتھ، دو گروہ بنائے ہیں۔ ایک عوام یعنی کم استعداد والے گروہ جو حقائق کی ابدی خصوصیات کی موٹی موٹی باتوں کو محسوس مثالوں کی مدد سے سمجھتے ہیں اور دوسرے خواص اور نوابغ جو حقائق کو بے نقاب دیکھنے کے طالب ہیں۔ میری تصانیف میں دونوں گروہوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مگر پہلے گروہ کو ان کی چنداں ضرورت نہیں۔" ابن سینا نے اس ضمن میں فرمایا کہ انسانوں کی استعدادوں اور دلچسپیوں کا جتنی جلدی پتا لگایا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔

معاشرتی اور تعلیمی نظریات :

جو حضرات ان نظریات کو زیادہ واضح اور جامع صورت میں دیکھنے کے متمنی ہوں وہ شیخ الرئیس ابن سینا کی مندرجہ ذیل دو کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ رسالۃ الاخلاق۔ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۸ ہجری اور

۲۔ کتاب السیاسۃ مطبوعہ بیروت ۱۹۰۶ء اور دوبارہ ۱۹۱۱ء۔

ہم یہاں جناب پروفیسر ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا صاحب کے مرتبہ خلاصے سے بھی استفادہ کرنا چاہتے ہیں:

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ابن سینا، اختلاف طبائع اور تنوّع استعداد کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ خالق حکیم کے وجود پر ایک مبرہن اور یقین دلیل یہ ہے کہ کائنات کا نظام چلانے کی خاطر ہر قسم کی دلچسپی، ذوق اور استعداد والے افراد اس دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی پیشہ، کام اور ذوق مطلق طور پر اچھا یا بُرا نہیں کہا جا سکتا۔ بقول اقبال ع "کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں" امیر، غریب، عالم و جاہل، غافل و بے عقل، کم زور اور طاقت ور، غرض مختلف اضداد طبائع سے یہ کائنات حُسن پذیر ہے اور ہر کوئی دوسرے کا محتاج ہے۔ ایک اچھے معاشرے میں ان سب لوگوں کا ایک حسین امتزاج اور تناسب ہونا چاہیے، "خوش حالی اور اطمینان" اس میں ہے کہ ہر کوئی اپنے ذوق کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے۔ "تدبیر منزل اور تہذیب منزل" کا تقاضا یہی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا کی چند رعبایات کا ترجمہ کر دیا جائے۔

"بچہ جب تک سکول جانے کی عمر کو نہ پہنچے، اس کی تربیت اور ممکنہ تعلیم والدین پر فرض ہے پھر معلم اس فرض میں شریک ہو جاتا ہے۔ جسمانی سزا دینے سے جس حد تک ممکن ہو، پرہیز کرنا چاہیے کیوں کہ اس سے متعلم اور معلّم کے درمیان حسنِ رابطہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ بچوں کے ذوق اور استعداد کا برابر امتحان کرنا چاہیے اور کوشش کی جائے کہ اس معاملے میں غلط رائے سے دوچار نہ ہوا جائے۔" عام طور پر قرآنِ مجید، احکام دینی اور مہذب اخلاق اشعار کو حفظ کروایا جائے۔ لُغت، فن خطابہ، انشا اور دوسرے متفرع علوم و فنون کو بعد میں سمجھانا چاہیے۔ یہ مراحل والدین اور معلّمین کی خاص توجہ کے محتاج ہیں۔ خدا نے انسان کو عقول اور آرا مختلف دی ہیں۔ اسی خاطر کائنات رنگا رنگ ہے۔ اگر تمام لوگ حکام ہوتے تو اہلِ حرف کا کام کون کرتا؟ اگر تمام امیر ہوتے تو تعاون و معاونت کی ضرورت نہ رہتی اور دُنیا کا نظام خلل پذیر ہو جاتا۔ اگر تمام بچوں کو ایک جیسی تعلیم دو گے تو وہ مختلف صنائع اور فنون میں کیسے حصّہ لیں گے؟ حفظ منزل اور بقائے نسل کی خاطر بیوی اور خدمت گزاروں کی ضرورت سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ بیوی شوہر کی جانشین اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں بڑا موثر عمل ہے۔ اس لیے عورت کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ عورت فطرتاً شفقت اور رفاقت کا پیکر ہے۔ شوہر کی زندگی کی معاونت اور بچوں کی تربیت کی خاطر اسے مناسب تعلیم و تربیت سے بہرہ مند کرو۔ میرے نزدیک انسانوں کو تین مختلف کاموں کی جداگانہ تعلیم و تربیت ملنا ضروری ہے۔ بادشاہوں، وزیروں اور

ماہرین سیاسیات کو صحت رائے اور حسنِ تدبر کی ۔ علومِ طب ، فلسفہ ، فلکیات اور کتابت و بلاغت کے کام کرنے والوں کو ادب و دانش کی اور سپاہیوں اور جنگ جوؤں کو آداب الحرب کی ۔ پیشہ وروں کو البتہ عملی تربیت دی جائے ۔ یہ لوگ دین و ایمان کے تقاضوں سے آگاہ ہوں ۔ حلال و حرام میں امتیاز کرنا ۔ دوسروں کے انسانی اور برادرانہ حقوق کا خیال کرنا ان کا شعار ہو ۔

علوم و فنون کی ترقی کی خاطر پہلے اور تیسرے گروہ کو دوسرے گروہ کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔"

اختتامیہ :

ابن سینا نے خود اور ان کے شاگرد ابو عبید جوزجانی نے[۵۴] جو کچھ لکھا ، اس سے ابن سینا کی ذاتی دلچسپی ، ان کا ذوقِ مطالعہ اور ان کا طرزِ تعلیم ظاہر ہو جاتا ہے ۔ ابن سینا خود ایک نابغہ تھے اور نوابغ کی قدر دانی اور ان کی خصوصی تربیت و تعلیم ان کو بے حد عزیز تھی ۔ موجودہ تعلیمی نفسیات اس بات کو بے حد اہمیت دیتی ہے اور ابن سینا نے پانچویں صدی ہجری (گیارھویں صدی عیسوی) میں اس بات کی طرف توجہ دے کر اپنے غیر معمولی نبوغ کا ثبوت دیا ہے ۔ ابن سینا نے کتاب السیاستہ میں معاشرتی حقوق و فرائض سے بڑی بسوط بحث کی ہے ، اور اس طرح رسالہ اخلاق میں بھی ذہین و فطین طلبا کی خصوصی تربیت سے متعلق ان کے نظریات کے بارے میں پروفیسر عبدالغفور چودھری نے لکھا تھا :

" بوعلی سینا کی تعلیم ۔ ایک فطین و ذہن کی تربیتی داستان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیخ کی ذہنی تربیت کی یہ کہانی ہمارے لیے محض ایک داستانِ پارینہ کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ہمارے لیے اپنے مخصوص ماحول میں ان راہوں کی نشاندہی کرتی ہے جن پر چل کر ہم اپنے ہاں کے ذہین و فطین طلبا کو ایسی تعلیم دے سکتے ہیں جو محض پاکستان کے لیے ہی مفید ثابت نہیں ہوگی بلکہ عالمی دُنیا کے لیے بھی تحقیق و تدقیق کے لیے راستے کھول سکتی ہے "[۵۵]

---

[۵۴] پروفیسر سید عابد علی عابد مرحوم نے ابو عبید جوزجانی کے ایک سوانحی رسالے کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے ۔ سہ ماہی ، اقبال ، لاہور جولائی ۱۹۵۸ء ص ۱۷ تا ۳۵

[۵۵] ماہنامہ ۔ المعارف ، ستمبر ۱۹۷۰ء ، صفحہ ۱۳ تا ۲۸